# زیرِ نظر اشاعت

شیخ محی الدین ابن عربی اسلامی فلسفہ و تصوف کی ان سر کردہ شخصیات میں ہیں جن کے افکار و خیالات ایک جانب اپنے مباحث و موضوعات اور اثرات کے لحاظ سے نمایاں ہیں تو دوسری جانب فکر اسلامی اور خاص طور پر تصوف کے فکری عناصر و مطالب کے مطالعے میں ناگزیر اور اہم ہیں۔ ان کی علمی و فکری کاوشوں کی جہات متنوع ہیں اور اسی اعتبار سے ان کے اثرات بھی ہمہ جہت ہیں۔ وہ شاعر بھی تھے اور ان کی شاعری بھی ان کے مزاجی تنوع اور طبیعت کی روانی کی مظہر ہے لیکن ان کی اہمیت اس سے کہیں بڑھ کر ایک مفکر و عالم کی ہے جس سے نہ صرف ان کے عہد کا اسلامی معاشرہ فکری اور ذہنی اعتبار سے فیض یاب ہوا بلکہ ان کے بعد کے ادوار میں، یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس عہد جدید تک، ان کے افکار و خیالات کے اثرات یا بازگشت تلاش کی جاسکتی ہے۔ ان کی تصانیف، بالخصوص: 'فتوحاتِ مکیہ' اور 'فصوص الحکم' سے ان کے ایسے امتیاز اور اثرات کی نمائندگی ہوتی ہے۔

'فصوص الحکم' اسلامی فکر و تصوف کے اسرار و رموز، افکار و خیالات اور ساتھ ہی اصطلاحات کو سمجھنے اور متعین کرنے میں بڑی معاون سمجھی گئی ہے اور اس نے کئی عقدے اور اشکال کو حل کرنے اور سمجھنے میں بھی معاونت کی ہے، اسی لیے اس سے استفادے اور رجوع کا دائرہ ہمیشہ وسیع رہا ہے اور شاید آج تک ہے۔ یہ ہر دور کے نصابات میں بھی شامل رہی ہے اور اپنے مطالب اور مباحث کے باعث مقبول بھی رہی ہے۔ چناں چہ اس کی شرحیں بھی خاصی تعداد میں مختلف اکابر علمائے نے مختلف وقتوں اور مختلف مقامات پر تحریر کیں اور ترجمے بھی کئی ہوئے۔ ہندوستان میں بھی یہ تصنیف اکابر علمائی کی اسی طرح توجہ حاصل کرتی رہی ہے۔ عہد جدید میں، فارسی کے زوال اور اردو کے عام فروغ حاصل کرنے اور مدرسوں و نصابات کی تدریس کا ذریعہ بن جانے کے بعد اس کے اردو ترجمے بھی ہوئے اور اس کی شرحیں اردو میں بھی لکھی گئیں۔ عہدِ آخر میں اردو میں محمد احسن امروہوی کی شرح اور شاہ سید محمد مبارک العلی کا ترجمہ مع شرح: 'ترجمہ فصوص الحکم مسمی بکنوز اسرار القدم' (مطبوعہ مطبع احمدی، کانپور، ۱۳۰۸ھ) بہت معروف ہیں۔ لیکن ان کا

Siddiqui Publications

اسلوب اور زبان و بیان روایتی اور خاصا قدیم تھا جسے روز افزوں تبدیل ہوتے ہوئے معاشرے کی ضرورتوں اور نئے علمی و نصابی تقاضوں کے تحت اس کے مزید ترجمے و تشریح کو ایک عالمِ مقتدر مولانا محمد عبد القدیر صدیقی حسرتؔ، پروفیسر و صدر شعبۂ اسلامیات، جامعہ عثمانیہ نے اہم سمجھا اور یہ ضرورت اس طرح پوری کی کہ ایک قدرے معاصر زبان و اسلوب میں اس کا ترجمہ بھی کیا اور اس کی شرح بھی لکھی جو نہ صرف مقبول ہوئی بلکہ اس نے علمی کے ساتھ ساتھ نصابی و تعلیمی ضرورت کو پورا کرنے کی کامیاب کوشش کی۔

اب تک اردو میں بالعموم یہی ترجمہ مستعمل بھی رہا اور استفادے میں بھی آتا رہا۔ لیکن اب ضرورت یہ بھی پیدا ہو چکی تھی کہ اس ترجمے کو، کسی تبدیلیٔ عبارت یا تخفیفِ مضمون کے بغیر، اس طرح آسان، عام فہم اور رواں زبان میں اور سادہ و دل نشیں پیرائے میں لکھا یا منتقل کیا جائے جو آج کی سطح کے طالبِ علموں اور عام افراد کے لیے بھی قابلِ فہم اور لائقِ مطالعہ بن سکے۔ چناں چہ اس لازوال کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر اور اس کی مذکورہ ضرورت کو فاضل مترجم کے نبیرے عبد الاحد صدیقی نے اپنے ذمے لیا اور اس محنت و عرق ریزی اور نہایت دیانت داری و خلوص سے، جس میں علمی جستجو اور ذوق و لگن بھی شامل ہیں، یہ کام کر ڈالا جو آسان بھی نہ تھا۔ پوری کتاب کو لفظ بہ لفظ پڑھ کر اس کی زبان اور اسلوب کو موجودہ عہد کی زبان میں ڈھالنا اور حالیہ اسالیب کو اس طرح اختیار کرنا کہ مطالب کی حقیقی ترسیل اور تفہیم میں کوئی فرق بھی نہ آئے اور متن تمام تر صحت کے ساتھ منتقل ہو جائے۔ پھر فاضل مترجم نے جو علمی و فلسفیانہ اور تصوف کی اصطلاحات استعمال کی تھیں انھیں یا ان کے مفہوم کو بھی عام فہم کے مطابق پیش کرنے کا خاص اہتمام بھی عبد الاحد صدیقی صاحب کا بے حد قابلِ تعریف اور لائقِ ستائش اقدام ہے۔ اب یہ اہم اور ناگزیر تصنیف بڑے اعتماد کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ، ہر شخص کے لیے، قابلِ فہم اور قابلِ استفادہ ہو گئی ہے۔

یقین ہے کہ اس کتاب سے استفادے کے تمام خواہش مند اب اس سے کماحقہٗ فائدہ اٹھائیں گے اور اس کے موضوعات و مطالب کو پوری طرح جذب کر سکیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل
پی ایچ ڈی۔ ڈی لیٹ